شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے لکھے ہوئے قرآن کریم

از جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ڈی۔لٹ (پیرس)

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی سلور جوبلی (۱۵-۱۸ نومبر ۱۹۴۶ء) کی نمائش میں راقم کو بھی حصہ لینے کا اتفاق ہوا۔ اس اہم نمائش کی خوبیاں ماہرین تعلیم یا معلم ابتدائی و ثانوی تعلیم اور ان کے علاوہ ماہرین فنون لطیفہ اسلام کے لئے بیشمار ہیں جن پر الگ مضمون درکار ہے مگر فی الحال مجھے یہاں ایک عام غلط فہمی کا ازالہ مقصود ہے کیونکہ اس غلط فہمی کی بنا پر ناواقف حضرات ہی نہیں بلکہ بعض پڑھے لکھے لوگوں سے بھی اکثر سننے میں آتا ہے کہ انھوں نے اورنگ زیب عالمگیر کا لکھا ہوا قرآن کریم دیکھا ہے یا ان کے کتب خانہ میں ہے جو بالکل بے بنیاد دعوے ہیں۔

اس نمائش میں ہمارے ایک بزرگ خان بہادر نے قرآن کریم کے دو قلمی نسخے پیش کئے ایک کے ساتھ "قرآن کریم قلمی یاقوت مستعصمی" اور دوسرے کے ساتھ "قرآن کریم شاہنشاہ اورنگزیب عالمگیر" عبارتیں لکھکر آئینہ دار الماری میں رکھا ہوا تھا۔ اول الذکر پر تو پھر کبھی عرض کرونگا مگر فی الحال موخرالذکر پر عوام کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کچھ عرض کرتا ہوں۔

مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ ایک پڑھا لکھا آدمی جو تاریخ دانی کے لئے بھی مشہور ہے اس طرح کے ادعا کی کیسے جرارت کرسکتا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ اورنگ زیب عالمگیر کی ذاتی تاریخ عہد کی روشنی میں اس ضمن میں چند الفاظ لکھے جائیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نسخہ قرآن کریم کے آخر میں کچھ عبارت عربی میں اورنگ زیب کی اپنی لکھی ہوئی اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے

اور وہ صرف و نحو کے اعتبار سے غلط ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے اس نے غلط عبارت تحریر کی ہو اور یہ قرآن ضرور اسی کا ہے، یہ امر بے حد تعجب وحیرت کا باعث ہے۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے متعلق یہ امر بغیر کسی تاریخی ثبوت بہم پہنچانے کے مسلم ہے کہ وہ سب سلاطینِ مغلیہ میں زیادہ عالم فاضل تھا تاہم اس کے عہد کی تاریخ "عالمگیر نامہ یا ماثرِ عالمگیری" کی طرف رجوع کرنا چاہئے چنانچہ محمد کاظم مولف عالمگیر نامہ رقمطراز ہے[۱]:۔

"از کمالات کسبیہ آنحضرت کہ زینت بخش حالاتِ قدسیہ وہبیہ گشتہ تتبع علوم دینیہ از حدیث و تفسیر عربیہ و فقہ شریف حنفیہ است۔ و بسیاری از کتب طریقت و سلوک واخلاق چوں احیاء العلوم و کیمیائے سعادت و دیگر تصانیف عرفا و اکابر و رسائل و ملفوظات علماء باطن و ظاہر بمطالعہ ہمایوں رسید، حل معضلات و کشف اسرار آں فرمودہ اند۔ و بالفعل نیز بعد فراغ از نظم مہام سلطنت و سروری و تمہید مراسم دین پروری و عدالت گستری باین شرائف اشغال پیوستگی دارند"

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کے ذاتی کسبی کمالات میں علومِ دین از حدیث و تفسیر عربیہ و فقہ شریف حنفیہ تھے اور بہت سی کتب اخلاق پر مثلاً احیاء العلوم و کیمیائے سعادت وغیرہ کا مطالعہ امورِ سلطنت سے فارغ ہو کر کرتے تھے ان میں دیگر تصانیف اکابر علماء باطن و ظاہر از قسم رسائل ملفوظات بھی شامل تھے۔

اسی طرح آگے چل کر یہی محمد کاظم حفظ قرآن کریم کے ضمن میں رقمطراز ہے:۔

"توفیق حفظ تمام کلام مجید ربانیست . . . . و فہم اسرار و نکات آں بر لوحۂ حافظہ اشرف کہ لوحِ محفوظ اسرار غیبی است مرتسم گشت چنانچہ تاریخ شروع آں حفظ شریف را

---

[۱] عالمگیر نامہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۳ء ص ۱۰۹۱۔

حروف کریمہ "سنقر ئنک فلاتنسی" بحساب جمل پردہ از رخ می کشاید و تاریخ اتمامش از اعداد "لوح محفوظ" جلوہ ظہور می نماید۔

یعنی بقول مورخ آپ کو امورِ سلطنت سے اول اول وقت کم ملا جس کی وجہ سے کلام پاک کو سلطنت سنبھالنے سے پیشتر حفظ نہیں کر سکے چنانچہ بعد جلوس بر اورنگ سلطنت حفظ قرآن کریم کی طرف توجہ کر کے تھوڑے سے عرصہ میں حفظ کیا اور قرآن کریم کے الفاظ "سنقر ئنک فلا تنسیٰ" سے شروع کرنے کی تاریخ نکلتی ہے جو قریب ۱۰۷۱ھ کے مطابق ہیں اور اسی طرح تاریخ اختتام بحساب جمل قرآن کے الفاظ "لوح محفوظ" سے نکلتی ہے جو ۱۰۷۵ھ کے مطابق ہے۔ اس سے بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اورنگ زیب کو کس قدر علوم دین اور قرآن کریم سے شغف تھا اس سے اس کی عربی دانی کا بھی تصور ہو جاتا ہے جو نہایت اعلیٰ معیار پر تھی پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ غلط عربی عبارت تحریر کرے جو بالکل بے بنیاد بہتان ہے۔

اس کے بعد ہم جب اورنگ زیب عالمگیر کے حسنِ تحریر خط کی طرف توجہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ استادان اقلیم سبع اس تک رسائی نہیں کر سکتے تھے آپ کا خط نسخ یاقوت (مستعصمی) اور (عبداللہ) صبرفی کے خط نسخ کا مقابلہ کرتا تھا وہ پختگی، خوبصورتی اور متانت و کمال کے اعتبار سے اپنا ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ مشہور ہے کہ قرآن مجید کی کتابت اورنگ زیب عالمگیر کا ایک نہایت محبوب مشغلہ تھا۔ اور اس کی یہ عادت اس قدر مشہور ہوئی کہ عام طور پر بیان کئے جانے لگا کہ اورنگ زیب قرآن لکھکر روزی کماتا تھا اور مکہ مکرمہ ارسال کرتا تھا جس سے اس کے صاحب ریاضت ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس ضمن میں مورخینؒ کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

"در ایام میمنت انجام بادشاہزادگی مصحف مجید بخط مبارک صورت اتمام دادہ آں را

---

۵ عالمگیر نامہ۔ ص ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۲۔ و مآثر عالمگیری (اردو ترجمہ) ص ۳۸۹۔ ۳۸۸

یا دیگر شرائف تحف در غائب و مبلغی خطیر بر سم نذر و آئین نیاز بمکہ معظمہ و کعبہ مشرفہ

زاد اللہ قدرنا و جلالتہ فرستادند"

بعد جلوس بر سریر سلطنت تھوڑے عرصہ میں اور قرآن کریم تحریر کیئے۔

"دراندک وقتے بدستیاری تائید و مددگاری بخت سعید جلدے دیگر از مصحف مجید

باتمام رسانیدہ . . . . . .

"قرآن مجید بخط اقدس کہ مبلغ ہفت ہزار روپیہ و جدول و جلد آں صرف شدہ

بمدینہ منورہ مرسل شدہ"

یعنی عالمگیر نے قبل سلطنت قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھکر مکہ معظمہ ارسال کیا اور تخت نشینی کے بعد ۲ قرآن لکھے، ان کو مدینہ منورہ ارسال کیا۔ مبلغ سات ہزار روپیہ ان کی جلد بندی اور جدول کی زیب و زینت میں صرف فرما کر مدینہ منورہ حرم نبوی صلعم کے اندر بطور نذر رکھا دیئے۔ .... ان معاصر مورخین کی تحریروں سے اورنگ زیب عالمگیر کے حسن مذاق خطاطی اور پھر اس پر زر کثیر خرچ کر کے اس کو مزین کرنا اس بات کی بھی تردید کرتا ہے جیسا کہ عام طور پر تصور کیا جاتا ہے کہ وہ فنون لطیفہ کے صحیح مذاق سے عاری تھا بلکہ اس کی عام دلفریبی کا اس کو پورا احساس تھا۔

اس کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیوں پڑھے لکھے لوگ اورنگ زیب عالمگیر کے لکھے ہوئے قرآن کریم کہہ کر دوسروں کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں جبکہ اس کے لکھے ہوئے قرآن کریم کے نسخے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کے تلاوت کے لئے وہاں پہنچ چکے ہیں اور وہاں بھیجے ہوئے مطلا و مذہب نسخوں کے کبھی پھر ہندوستان واپس آنے کی شہادت تک بھی نہیں ملتی۔

اب رہے قرآن کریم کے وہ نسخے جو آج مختلف لوگوں کے پاس یا بعض کتبخانوں میں موجود ہیں اورنگ زیب عالمگیر کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں تو متذکرہ بالا بیان کی روشنی میں تاریخی حیثیت

وہ صحیح ہونے کا دعوی نہیں کرسکتے ہاں یہ ممکن ہو کہ ان دو تین قرآن کریم کے نسخوں کے علاوہ جو کہ مدینہ ارسال کیے گئے تھے عالمگیرؒ نے کچھ اور قرآن بھی لکھے ہوں اور وہ لوگوں کے پاس ہوں اور ان پر آج دستخط وغیرہ بھی ملتے ہیں۔ اس دعوے کی تردید میں ہم اورنگ زیب عالمگیرؒ کا اپنا ایک رقعہ پیش کرتے ہیں جو بنام شہزادہ ہے اور آخر ایام کا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس واقعے سے بالوضاحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر نے یک دو" قرآن کریم صرف رضائے الہی حاصل کرنے کیلئے لکھے تھے اور اسی وجہ سے اس نے ان پر تاریخ کتابت اور اپنا نام تک نہیں لکھا تھا رقعہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

"۔۔۔۔۔ چہ بنویسم وچہ بگویم خجالت وانفعال ایں نام بہ نامے گفتہ تا نوشتن اسم برسم آں برسم اولی وانسب۔ من یک دو مصحف کہ نوشتہ ام نام نوشتہ ام تاریخ ہم نوشتن درکار نیست۔ اگر برائے او سبحانہ نوشتہ اند علم او حسبی وکفی۔۔۔"

اورنگ زیب عالمگیر کا یہ رقعہ رقعات عالمگیری کے اس نسخہ میں درج ہے جو میری ملکیت میں ہے اور جس پر "کلمات طیبات" لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ کی تقطیع چھوٹی ہے اور اس رقعہ کا نمبر ۱۴۳ سرخ سیاہی سے لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے یہ رقعہ رقعات عالمگیری کے دوسرے مجموعوں میں بھی مل جائے

اب اس متذکرہ بالا بیان کے بعد جس کو معاصر مورخین کی تحریروں کے علاوہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کی اپنی ذاتی تحریر سے واضح کردیا گیا ہے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ عالمگیر نے قرآن کریم ضرور لکھے لیکن ان کو مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ ارسال کردیا گیا اور ان پر نام وتاریخ نہیں لکھے گئے۔ امید ہے اب لوگ اس کی طرف کسی قرآن کے نسخہ کو منسوب کرنے سے اعراض کریں گے۔

یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ اورنگ زیبؒ کی علمی فضیلت اور عربی و فارسی میں اس کی مہارت کا اعتراف ہندو مورخین تک نے کیا ہے۔ چنانچہ عہد عالمگیری کے نامور مورخ سرجادوناتھ سرکار لکھتے ہیں۔

"اورنگ زیب عربی اور فارسی ایک فاضل و محقق کی طرح بولتا اور لکھتا تھا"

(History of Aurangzib Based on Original Sources. R4)

پس ارباب نظر خود انصاف کریں کہ قرآن مجید کے کسی نسخہ کو عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرار دینا۔ حالانکہ ختم قرآن پر جو عربی عبارت عالمگیر کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور جس کو اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے کہ یہ نسخہ خود بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ عربی نحو و صرف کے قواعد کی رو سے غلط ہے۔ کیونکر قرین انصاف اور لائق قبول ہو سکتا ہے۔

فیض الباری

(مطبوعہ مصر)

فیض الباری نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام کی مشہور ترین اور مایۂ ناز کتاب ہے، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ جو اس صدی کے سب سے بڑے محدث سمجھے گئے ہیں۔ فیض الباری آپ کی سب سے زیادہ مستند عظیم الشان علمی یادگار ہے۔ جسے چار ضخیم جلدوں میں دل آویزی و دل کشی کی تمام خصوصیتوں کے ساتھ مصر میں بڑے اہتمام سے طبع کرایا گیا ہے فیض الباری کی حیثیت ۔ امام مرحوم کے درس بخاری شریف کے امالے کی ہے جس کو آپ کے تلمیذ خاص مولانا محمد بدر عالم صاحب رفیق ندوۃ المصنفین دہلی نے بڑی قابلیت، دیدہ ریزی اور جانکاہی سے مرتب فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریروں کے علاوہ فاضل مؤلف نے جگہ جگہ تشریحی نوٹوں کا اضافہ کیا ہے جس سے کتاب کی افادی حیثیت کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔ مکمل چار جلدوں کی قیمت سولہ روپے

مکتبہ برہان دہلی قرول باغ